ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ایڈورڈ سعید اور مشرقی تہذیب و ثقافت

☆ ڈاکٹر رابعہ سرفراز
☆☆روبینہ یاسمین
☆☆☆صائمہ اقبال

Abstract:
Edward. W Said was born on 1 November 1935 in Palestin. He was a professor of literature at University of Columbia. He studied at British and American schools, Edward Said tried through his education perspective to illuminate the gaps of cultural and political understanding between the Western world and the Eastern world, especially about the Israeli–Palestinian conflict in the Middle East. He was a well known writer and cultural critic. He wrote many books. "Orientalism" is a famous book among the scholars of Oriental studies, Philosophy and literature. His book "Covering Islam" deals with the issues of western media with Islam. He plays a role as lawyer between Eastern and Western world.

Key words: *Eastern, Western, Orientlism, Conflict, Culture.*

ایڈورڈ سعید 1935 میں یروشلم (بیت المقدس) میں پیدا ہوئے۔انہوں نے یروشلم اور مصر میں اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی۔بی اے کے لئے انہوں نے پرنسٹن یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے ہارورڈ یونیورسٹی کے طالبعلم رہے۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے درس و تدریس کا شعبہ اپنایا۔تاکہ اپنے نظریات و خیالات کے اظہار کی صورتیں دریافت کر سکے۔اس کا فلسطین میں مسیحی برادری سے تعلق تھا۔ان دنوں یروشلم پر برطانیہ کا قبضہ تھا۔ایڈورڈ سعید کی والدہ کا نام خلدی موسیٰ اور والد کا نام ودیع تھا۔ایڈورڈ سعید کی ذہنی قربت اپنی والدہ سے زیادہ تھی۔ ایڈورڈ سعید زندگی بھر جلا وطنی کا شکار رہے۔آپ امریکہ میں فلسطین کی آزادی کے زبردست حامی تھے اور فلسطین نیشنل کانگریس کے ممبر بھی رہے۔وہ عرب دنیا کی بجائے مغربی ممالک زیادہ مقبول و معروف تھے۔کیونکہ ان کا ذریعہ اظہار انگریزی تھا۔ مغربی دنیا میں انہوں نے فلسطینیوں کا دفاع کیا۔اپنی جلاوطنی کا غم انہیں تاحیات رہا۔مغرب کی دانش گاہوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود فلسطینی بچوں کے لئے ہمیشہ وہ مضطرب و بے چین رہے۔ ایڈورڈ سعید نے بچپن میں شیکسپیئر کو پڑھا اور ہیملٹ کا مطالعہ کیا۔ بیسویں صدی کے آخر ربعہ میں ایک مخالف کی حیثیت سے اپنا نہ صرف امریکہ بلکہ تمام دنیا کے قدآور ادیب اور دانشور کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ 1978 میں آپ کی پہلی شہرہ آفاق کتاب (مشرق پسندی) اورینٹل ازم کی اشاعت کے بعد وہ ایسے ناقد اور مفکر بن گئے جس نے مابعد جدیدیت میں اپنا مقام پیدا کیا ان کی مشرقیت پسندی کے نام نہاد مغربی روشن خیالی کے حامی نظریات کی تردید کی۔ انہوں نے مغربی روشن خیالی مابعد نوآبادیات کے تصور کو جدا گانہ حیثیت سے پیش کیا۔انھوں نے سیاست کو ثقافت سے جوڑا اور ثقافت کو سیاست کے خصوصی رہنما کے روپ میں سامراجیت کے خلاف ہتھیار بنایا۔ کیوں کہ آپ مشرقیت اور مغربی سامراجی نظام کے خلاف تصادم کو مد نظر رکھتے تھے۔

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ریسرچ سکالر، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

"مشرقیت پسندی" کے حوالے سے سامراجیت کی مخالفت کی ابتدا سیاسی مخالفت سے نہیں بلکہ ثقافتی مزاحمت سے کرتے ہیں۔شرق شناسی کی تمام باتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔شرق شناسی ایک علمی اصطلاح ہے۔علمی اداروں میں جو کوئی مشرق کے بارے میں میں پڑھتا، لکھتا یا اس پر تحقیق کرتا ہے۔چاہے وہ ماہر بشریات و عمرانیاتی اور لسانیات کا ماہر ہو وہ آپس میں منضبط رہیں۔

یہ لوگ اپنے دائرہ تخصیص میں کوئی اہم موضوع یا کسی عام موضوع پر کام کر رہے ہوں تو وہ شرق شناس کہلاتے ہیں اسی حوالے سے وہ کوئی بھی کام بھی کر رہے ہوں گے تو وہ شرق شناسی ہی کہلائے گا۔

اس میں انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے شروع میں یورپی نوآبادیاتی اور استبدادی نظام کی بوباس رچی ہوئی ہے۔شرق شناسی کے علمی اور تصوراتی مفہوم آپس میں ایک دوسرے کے متبادل ہیں اور اٹھارویں صدی کے آخر تک دونوں کے درمیان بہت منضبط اور باقاعدگی سے تعلق قائم ہیں۔بقول محمد عباس:

> ”انیسویں اور بیسویں صدی کے شروع میں یورپی نو آبادیاتی اور استبدادی نظام کی بو باس رچی ہوئی ہے۔ بہر حال” مشرق“ کو نظر میں رکھ کر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، ان میں شرق شناس کو اس کی پرانی اور نئی دونوں حیثیتوں میں مستند خیال کیا جا تا ہے۔اس بحث میں ایک ضروری نکتہ یہ ہے کہ شرق شناسی پہلی حالت میں زندہ نہ بھی رہے تو علمی لحاظ سے مشرق اور مشرقیت پر مقالات اور نظریات کی وجہ سے زندہ رہے گی۔“[۱]

شرق شناسی کا تیسرا مفہوم جو تاریخ اور مواد کے لحاظ سے دو کے مقابلے میں زیادہ وضاحت رکھتا ہے۔مختصراً شرق شناس مغرب کے حکمران مشرق پر کنٹرول کرنے کے لیے اختیار کردہ ایک تشکیل ہے۔بقول مترجم محمد عباس:

> "میں نے اس موضوع کے ابلاغ کے لیے وہ طریقہ اپنایا ہے جو فوکالٹ نے اپنی تصانیف "علم کے آثار قدیمہ کا علم" اور "نظم و ضبط اور سزا" میں شرق شناسی کو ممیز کرتے ہوئے اپنایا ہے۔میرا دعویٰ ہے کہ شرق شناسی کا ابلاغ کے طور پر جائزہ لیے بغیر کسی کے لیے شاید یہ ممکن نہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کے منضبط شعبہ علم کو سمجھا جا سکے۔جس کی بدولت روشن خیالی کے بعد کے عرصہ میں یورپی تمدن، مشرق کو سنبھال پایا اور فی الواقع عسکری، نظریاتی، سائنسی اور تصوراتی لحاظ سے اسے تخلیق کر سکا۔اب شرق شناسی کو استناد کی ایک حیثیت حاصل ہو گئی ہے کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ جو بھی مشرق پر سوچنا اور کام کرنا چاہے، ان حدود کو جو شرق شناسی پر لگا دی گئی ہی، ذہن میں رکھے بغیر نہیں کر سکتا۔"[۲]

اس لیے کہ مشرق کے بارے میں جو کچھ کہنا ایک طرفہ حاصل شدہ بیان سمجھا جانا چاہیے وہ جو بولنے اور کہنے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اس کو دیکھ اور لکھ لیتے ہیں۔انیسویں صدی کے آغاز سے شرق شناسی کا وجود ایک قریبی تجربے اور رابطے کا مرہون منت ہے جو ایک طرف برطانیہ اور قریبی حصوں کی طرف مشرق سے وابسطہ ہے۔دوسری عالمی جنگ کے خاتمے تک مشرق اور مشرق شناسی پر فرانس اور برطانیہ کا تسلط تھا۔ایڈورڈ سعید ”Covering Islam“ میں لکھتے ہیں:

> “Americans will not feel quite the same about the Orient, which for them is much more likely to be associated very differently with the Far East (China and Japan, mainly). Unlike the Americans, the French and the British-less so the Germans, Russians, Spanish, Portuguese,

> Italians, and Swiss-have had a long tradition of what I shall be calling Orientalism, a way of coming to terms with the Orient that is based on the Orient's special place in European Western experience. The Orient is not only adjacent to Europe; it is also the place of Europe's greatest and richest and oldest colonies, the source of its civilizations and languages, its cultural contestant, and one of its deepest and most recurring images of the Other.”.(۳)

ایڈورڈسعید کا علم بڑا وسیع تھا۔وہ بے شمار یونی ورسٹیوں میں وزیٹنگ پروفیسر رہے۔ادب کلچر سیاست اور موسیقی سے متعلق جیتے جاگتے موضوعات پر ان کی بیس کتابیں شامل ہیں جن کا دنیا کی 30 سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

”Covering Islam“کورنگ اسلام میں ایڈورڈ سعید نے ہم عصر دنیا کو موضوع بحث بنایا ہے۔اور اسلامی دنیا کے متعلق مغرب اور امریکہ کے طرز عمل پر کڑی تنقید کی ہے جو ستر کے عشرے میں سامنے آیا۔امریکہ اور مغرب کے اس نفرت انگیز رویوں کی یوں تو کئی وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ توانائی کے بحران میں ان کی تمام تر توجہ عرب اور خلیج فارس کے تیل کے ذخائر پر مرکوز ہوگئی ہے۔جب اضافی بلوں اور افراط زر نے تیل کے حوالے سے مغربی معاشرے کو متاثر کرنا شروع کیا۔اس کے ساتھ ہی ایران کا انقلاب رونما ہوا۔پھر یرغمالیوں کا بحران سامنے آیا ان دونوں کی دہشت نے مغرب کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام پھر سے ابھرنے لگا ہے۔مغربی دانشوروں نے اسلام کی کوریج میں حیلہ و فریب کے وہ حربے استعمال کئے کہ خدا کی پناہ!

ایڈورڈ سعید نے اپنی”کورنگ اسلام“ میں بہت سے صحافیوں اور دانشوروں کی بددیانتی کا ذکر کیا ہے۔جو بھی1950 سے مغرب میں مقیم ہے بالخصوص امریکہ میں وہ مغرب اور مشرق کے مابین تعلقات میں ایک غیر معمولی ہیجان خیز دور سے گزرا ہو گا۔”Orientlism“ میں لکھتے ہیں:

> Americans will not feel quite the same about the Orient, which for them is much more likely to be associated very differently with the Far East (China and Japan, mainly). Unlike the Americans, the French and the British-less so the Germans, Russians, “Spanish, Portuguese, Italians, and Swiss-have had a long tradition of what I shall be calling Orientalism, a way of coming to terms with the Orient that is based on the Orient's special place in European Western experience.”(۴)

کسی کے علم میں یہ بات نہیں ہوگی کہ مشرق کی حیثیت اس عرصے میں مغرب کی نظر میں ہمیشہ خطرناک اور دھمکی آمیز رویہ لئے ہوئے ایک اہم عنصر کی رہی۔مشرق سے مراد روایتی مشرق اور روس ہیں۔جدیدیت کے بعد ما بعد دور میں برقیات کے مسلح دنیا کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ مشرق کی تحقیق اور اس پر مطالعہ میں یکسانیت کو تقویت ملی ہے۔تین چیزوں نے سادگی پسند عربوں اور اسلام کے بارے میں سادہ سے تصور کو بہت زیادہ سیاست آمیز اور بھاری بھرکم مسئلہ بنا دیا ہے۔

پہلا مغرب کے لوگوں میں عربوں اور اسلام کے خلاف تعصب کی ایک مصروف تاریخ ہے جو لازماً شرق شناسی کی تاریخ میں مدغم ہوتی ہے۔ جب کہ اسلام تو تعصب اور تنگ نظری کو پسند نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس آو فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدہ:۳۲)(۵)

ترجمہ: "اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم جاری کیا کہ جو شخص کسی انسانی جان کو بغیر کسی جان کے بدلے یا زمینی فساد برپا کرنے کے علاوہ کسی اور سبب سے قتل کرے اس نے گویا ساری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے کسی انسانی جان کی عظمت واحترام کو پہچانا اس نے گویا پوری انسانیت کو نئی زندگی بخشی۔"

انسانی جان کی اتنی اہمیت کسی مذہب نے نہیں دی جتنی کے اسلام میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا (الاعراف:۵۶)(۶)

ترجمہ: "اصلاح کے بعد زمین میں فساد برپا مت کرو"۔

قرآن پاک میں اللہ پاک نے فرمایا کہ آپس میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کو یہ ناپسند ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اللہ لایحب المفسدین (القصص:۷۷)(۷)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتے

دوم عربوں اور اسرائیلی صیہونیت کے درمیان موجودہ کشمکش امریکی یہودیوں کے آزاد تہذیب و تمدن اوروہاں کے عوام الناس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سوم امریکہ میں کوئی ایسی صورت نہیں ہے جو ثقافت کے لحاظ سے امریکی لوگ عربوں اور اسلام سے ممانعت کرسکیں جب بحث و مباحثہ کر پائیں۔ شرق شناسی دونوں تاریخ، تمدن اور سیاست کی صداقت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ ایڈورسعید لکھتے ہیں:

"The interchange between the academic and the more or less imaginative meanings of Orientalism is a constant one, and since the late eighteenth century there has been a considerable, quite disciplined perhaps even regulated-traffic between the two. Here I come to the third meaning of Orientalism, which is something more historically and materially defined than either of the other two. "Authorizing views of it, describing it, by teaching it, settling it, ruling over it: in short, Orientalism as a Western style for dominating, restructuring, and having au thority over the Orient."(۸)

مغربی اقوام نے جونہی تاریخ میں قدم رکھا فوراً انہوں نے اپنی صلاحیت کا اور اپنی حکومتی اہلیت کا اظہار کردیا۔ ان کی یہ خوبیاں تھیں جس خطے کو مشرق کہتے ہیں ان کی تاریخ نکالیں ایسی ہی حکومت، خود اختیاری اور اپنی حکومت کے نشان کہیں بھی نہیں ملتے ان تہذیبوں کی تمام صدیاں بڑی عظمت کی حامل رہی تھیں وہ کردار کے حوالے سے بہت عظیم تھیں ایک کے بعد دوسرا بڑا فاتح سامنے آیا مگر تمام تبدیلیاں اور انقلاب جو قسمت اور مقدر بدلنے کے لیے وقوع پذیر ہوئے۔ اور منٹلزم میں لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

> "One aspect of the electronic, postmodern world is that there has been a reinforcement of the stereotypes by which the Orient is viewed. Television, the films, and all the media's resources have forced information into more and more standardized molds. So far as the Orient is concerned, standardization and cultural stereotyping have intensified the hold of the nineteenth-century academic and imaginative demonology of "the mysterious Orient."(۹)

کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی قوم نے اس مقصد کے لیے انقلاب برپا کیا کہ وہ حکومتی نظام طور طریقے جسے ہم مغرب والے حکومت خود اختیاری کہتے ہیں قائم کریں یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اس میں سوال کمتری یا بالاتری کا نہیں ایک سچا مشرقی دانا کہے گا کہ ایک پرمشقت حکومت جو ہم نے سو اور دوسرے ممالک میں قائم کی ہے یہ کسی فلاسفر کا کام نہیں بلکہ یہ ایک مکدر اور کم تر درجہ کا کام ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ جس حکومت کے ماتحت ہیں۔اس سے بہتر حکومت کی مثال اس پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔وہ کہتے ہماری حکومت مفید ہے لیکن وہ تمام مہذب مغرب کے لیے بھی مفید ہے ہم صرف مصر کے لئے ہی نہیں ہم یورپ کے لیے بھی مفید ہیں مصری اور وہ قومیں جن سے ہمارا واسطہ و تعلق ہے اس بہتری اور بھلائی کو جو نوآبادیات کا ثمر ہے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے بھی ہیں۔امکان یہ ہے کہ کوئی بھی مصری جب زبان کھول دے گا تو وہ "شورشی" ہی ہوگا جو اقتدار اور غیر ملکی کے لیے مشکلات پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔اچھے مقامی کی یہ نسبت جو اس حکومت کی پیدا کردہ مشکلات کو نظر انداز کرتا ہے اس طرح کے اخلاقی لحاظ سے مسئلہ حل کرتے ہوئے بالآخر وہ عملی مسائل کی طرف آتا ہے۔بقول ایڈورسعید:

> "Today an Orientalist is less likely to call himself an Orientalist than he was almost any time up to World War II. Yet the designation is still useful, as when universities maintain programs or depart ments in Oriental languages or Oriental civilizations. There is an Oriental "faculty" at Oxford, and a department of Oriental studies at Princeton. As recently as 1959, the British government em powered a commission "to review developments in the Universities in the fields of Oriental, Slavonic, East European and African studies... and to consider, and advise on, proposals for future development."(۱۰)

ہمارا کام حکومت کرنا ہے چاہے کوئی شکرگزار ہوں یا نہ ہو وہ اس نقصان کو خلوص سے یاد رکھیں یا نہ رکھیں جس سے ہم نے اپنی مقامی آبادی کو بچایا ہے مصریوں کے ذہن میں تمام فوائد کا تصور ہو یا نہ ہو ہم نے جو انہیں پہنچائے نہیں۔انگلستان اپنے بہترین آدمی ان ممالک میں بھیجتا ہے یہ لوگ بے غرض ہزاروں لوگوں میں اپنا کام کرتے ہیں وہ لوگ جو مختلف مذہب مختلف نسل مختلف طریقہ ہائے کار اور طرز زندگی کے حامل ہیں۔اس کے لئے ان پر حکومت کرنا ممکن ہے انہیں یہ احساس ہے کہ یہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اس میں صرف ان کو اپنے ملک کی حمایت اور تائید حاصل ہے۔تاہم اگر مقامی آبادی کو یہ احساس ہو کہ جن لوگوں سے غیر ملکی منتظمین کا واسطہ پڑتا ہے ان کے پیچھے ان کو وہاں بھیجنے والے ملک کی طاقت نہیں ہے اس ملک کی مکمل ہمدردی اور بے دریغ حمایت حاصل نہیں ہے تو محکوم لوگ اس نظم و

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ضبط اور امن و امان کا خیال ترک کر دیں گے جو ان کی زندگی اور تہذیب میں بنیادی کردار کی حیثیت رکھتا ہے اس طرح افسران طاقت اور اختیار کے احساس سے محروم ہو جائیں گے جو ان تمام کاروائیوں کی بنیاد ہے جو یہ افسران مقامی لوگوں کی بہتری کے لیے کرسکتے ہیں۔

انگلستان مصر سے آگاہ ہے اور مصر اس آگاہی کے عین مطابق ہے۔انگلستان کو یہ بھی پتہ ہے کہ مصر حکومت خود اختیاری کا اہل نہیں اور انگلستان مصر پر قبضہ کرکے اس بات کی مہر ثبت کرتا ہے، مصر وہی کچھ ہے مصریوں کے لیے جس پر انگلستان قابض ہے اور حکمرانی کرتا ہے۔لہٰذا غیر ملکی قبضہ مصری تہذیب کی "اصل بنیاد" ہے۔

کوشش یہ ہونی چاہیے کہ محکوم قوم میں قناعت کے اسباب تلاش کیے جائیں۔حاکم اور محکوم کے درمیان منطق کی بجائے بہتر پر امید اور مضبوط تعلق قائم کرنے کے طریقوں پر عمل کیا جائے۔محکوم قوم کو کو پر امن اور مطمئن رکھنے کا ذریعہ استعاری ہے۔مختصراً حکومت کو عقل سے کام لینا چاہیے بغیر کسی غرض کے اپنے مفادات کا تعین کرنا چاہئے یعنی لچکدار طرز عمل کی آمیزش سے کام لینا چاہیے۔"Orientalism"میں لکھتے ہیں:

> "My principal methodological devices for studying authority here are what can be called strategic location, which is a way of describ ing the author's position in a text with regard to the Oriental material he writes about, and strategic formation, which is a way of analyzing the relationship between texts and the way in which groups of texts, types of texts, even textual genres, acquire mass, density, and referential power among themselves and thereafter in the culture at large. I use the notion of strategy."(۱۱)

کرومر نے مصر میں آزاد مقامی اداروں کا قیام، غیر ملکی قبضہ اور حکومت کا خاتمہ اور اپنے آپ کو ثابت اور قائم رکھنے والی خودمختاری ایسے قابل فہم مطالبات کو تواتر کے ساتھ نامنظور کر دیا بغیر کسی ابہام کے کرومر نے اس بات پر زور دیا کہ مصر کا حقیقی مستقبل محدود قوم پرستی کی طرف جانے میں نہیں ہے۔جس میں صرف مقامی مصری ہی شامل ہوں بلکہ ایسے تمام مصری جو مختلف قوموں اور نسلوں سے واسطہ رکھتے ہیں اور باہر سے بھی آنے ہیں۔ایسے تمام لوگوں کی شرکت اس میں ضروری ہے اس منصوبے میں حاکیت زدہ قوموں کے لیے یہ گنجائش نہیں تھی کہ وہ معلوم کرسکیں کہ ان کے لیے کونسی بات بہتر ہے اور ان کا تعلق کثرت سے مشرق سے تھا ان کی عادتیں اور خصائل سے کرومر مر بہت باخبر تھا اس کو ہندوستان اور مصر میں ان لوگوں کا بہت تجربہ تھا یہ ایسی حقیقت کی بنا پر تھا کہ مشرقی لوگ ہر جگہ تقریباً ایک جیسے تھے۔بقول کرومر:

> "چونکہ میں ایک سفارت کار اور منتظم ہوں جس کے لیے مطالعہ انسان ہی صحیح مطالعہ ہے۔
> تاہم یہ مطالعہ حکومت کرنے کے حوالے سے ہے۔"(۱۲)

ایک جگہ مزید کرومر کہتے ہیں:

> "میں یہ جان کر ہی مطمئن ہو جاتا ہوں کہ مشرقی آدمی کسی نہ کسی شکل میں عام طور پر یورپی
> آدمی کے بالکل برعکس کام کرتا ہے، بولتا اور سوچتا ہے۔"(۱۳)

کسی عام مصری سے حقائق کے بارے میں سیدھا سادہ بیان لینے کی کوشش کریں وہ اپنی کہانی رقم کرنے سے پہلے نصف سے زائد درجن مواقع پر تضاد بیانی کر جائے گا۔معمولی سوال و جواب میں بیان لمبا چوڑا ہو گا اور سلجھاؤ نام کی کوئی چیز نہیں ہو گی۔مشرق کے

لوگ سڑک یا ساتھ بنے فٹ پاتھ پر سیدھے نہیں چل سکتے کیونکہ ان کے ذہن بے ترتیب اور الجھے ہوئے اس بات کو نہیں سمجھ سکتے جس کو ایک ذہین یورپی جلدی سمجھ لیتا ہے کہ سڑکیں اور راستے چلنے کے لیے بنے ہیں۔ایڈورڈ سعید"Culture and Imperialism"میں لکھتے ہیں:

> "But only recently have Westerners become aware that what they have to say about the history and the cultures of 'subordinate peoples is challengeable by the people themselves, people who a few years back were simply incorporated, culture, land, history, and all, into the great Westein empires, and their disciplinary discourses."(۱۴)

مشرق کے لوگ زمانہ قدیم سے ہی سخت چغل خور، کاہل اور شکی مزاج قسم کے ہیں۔ ہر بات میں اینگلو سیکسن قوم کی مراجعت، قطعیت اور شرافت کے الٹ ہیں۔مشرق کا آدمی غیر منطقی، گرا پڑا، سوچ بچوں جیسی اور مختلف ہے۔

جب کہ یورپی انسان منطقی، نیک بالغ نظر اور متوازن ہے۔مگر اسی تعلق کو سامنے لانے کے لیے ہر جگہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مشرقی آدمی اپنی مختلف مگر مکمل طور پر ایک مناسب اور منظم دنیا میں رہا ہے اس دنیا کی اپنی قومی، ثقافتی اور علمی نظریہ کی حدود و قیود ہیں۔اس کے اندرونی رابطے، ضابطے اور پیوستگی کے اپنے اصول ہیں۔ایڈورڈ سعید"Orientalism"میں لکھتے ہیں:

> "Orient studied was a textual universe by and large; the impact of the Orient was made through books and manuscripts, not, as in the impress of Greece on the Renaissance, through mimetic artifacts like sculpture and pottery. Even the rapport between an Orientalist and the Orient was textual, so much so that it is reported of some of the early-nineteenth-century German Orientalists that their first view of an eight-armed Indian statue cured them completely of their Orientalist taste."(۱۵)

لیکن مشرق کے انسان کی دنیا کو جس چیز نے فہم و شعور کے قابل بنایا اور اسے ایک تشخص دیا وہ مشرقی آدمی کی اپنی محنت و کوشش کا ثمر نہیں بلکہ یہ اس علمی کار پردازی کے مجموعی غلبے کا نتیجہ ہے۔جن کے ذریعے مغرب نے مشرق کی پہچان کی۔اس طرح مشرق و مغرب کی تہذیبی خصوصیات ایک ہو جاتی ہیں۔کرومر کی زبان کے مطابق تو مشرقی انسان کو اسی طرح دنیا کے سامنے پیش اور منعکس کیا جاتاہے۔جس طرح کسی کو قانونی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ایک ایسے آدمی کی طرح جس کو قوانین کی پابندی سکھائی جاتی ہے۔نکتے کی بات یہ ہے کہ دراصل مشرق کے انسان کو ایک مخصوص انداز پر رکھنا اور اس کو اس حالت میں دنیا کے سامنے پیش کرنا ایک مقصد حاصل کرنا ہے۔ایڈورڈ سعید "Culture and Imperialism"میں لکھتے ہیں:

> "Well, I think that to a certain extent they are right. That is to say that when I was writing Orientalism, I was really talking about European conceptions of the Orient, which are in some instances so far beyond any local conception of what that geography might be, that they con structed a field and a subject all their own. Even now, retrospectively, i

> seems to me perfectly okay to talk about it, because it constituted itself as an object that had very little to do with what people there thought."[۱۶]

ایڈورسعید کہتے ہیں کہ یہ ایک چوکھٹا یا فریم ورک کہلاتا ہے۔جب آپ کا ساتھی وفاداری اور اتحادی ہو جو کسی ایسے ملک کے ساتھ دخل اندازی کرنے پر تلا ہوا ہو۔جس میں آپ کی بھی دلچسپی گہری ہو تو آپ کے پاس تین راستے ہوتے یا آپ پیچھے ہٹ جائیں یا آگے بڑھ کر اس ملک پر قبضہ کر لیں۔یا اپنے اتحادی کے ساتھ حصہ دار بن جائیں۔چھوڑ دینے یا پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں ایسا ہو گا کہ ہم فرانسیسیوں و ہندوستان جانے والی سڑک کے پار ٹکڑے ہونے کی اجازت دے دیں گے۔اپنی اجارہ داری اور قبضہ حاصل کرنے میں جنگ میں خطرہ ہے۔اس لیے اس مسئلہ کو حصہ داری کی بنیاد پر حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔برطانیہ اور فرانس دونوں مشرق میں حصہ دار بن گئے۔جب برطانیہ میں دستور بن گیا کہ دیگر ممالک اور ہندوستان میں کام کرنے والے منتظمین کو پچپن سال کی عمر میں سبکدوش کر دیا جائے تو اس سے شرق شناسی میں زیادہ آراستگی و پیراستگی اور شائستگی آ گئی۔انگریز بہادر یہ نہیں چاہتا تھا کہ محکوم قوم کی نظروں میں اپنا تاثر خراب ہو وہ بوڑھا اور خستہ حال کمزور ہے اور محکوم قوم کے لوگ صرف ایک مضبوط اور طاقت ور، عقل مند، منطقی اور ہمیشہ چاق و چوبند حاکم کو دیکھیں۔ایڈورڈ سعید "Power, Politics and Culture" میں لکھتے ہیں:

> "These two factors-a general worldwide pattern of imperial culture, and a historical experience of resistance against empire inform this book in ways that make it not just a sequel of Oriental am but an attempt to do something else. In both books I have emphasized what in a rather general way I have called culture' As I use the word, 'culture' means two things in particular."[۱۷]

ایڈورڈسعید کے مطابق شرق شناسی کے ابتدائی زمانہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس دور میں مشرق کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔جیسا کہ اس دور کو ایڈگر کوئنٹ نے خاص طور پر اپنایا ہے۔اچانک مفکرین، فن کاروں اور سیاست دانوں کو پتہ چلا کہ مشرق کے بارے میں ایک نیا شعور پیدا ہو گیا۔جو چین اور بحیرہ روم تک پھیلا ہوا ہے۔یہ شعور جزوی طور پر سنسکرت اور عربی زبانوں والے اور مشرق و مغرب کے درمیان تعلقات اور نئے تصورات سے بھی پیدا ہوا۔بہر حال یہاں تک کہ اسلام کا تعلق ہے۔ایڈورڈسعید "Power, Politics and Culture" میں لکھتے ہیں:

> "Accordingly, each of the rulers who sent troops (which is the result of rigorous American pressure), with the possible exception of Hassan of Morocco, is going to be challenged in his own country. The Saudis are breathing in a tough position. It is in their interest to pry open some space, to see if some other modality besides a massive military con frontation will work. The PL.O is undertaking this, as are the Jordanians and the Egyptians, in their tarnished way. Arabs aren't sitting back with hands folded watching war come. They are desperately trying to rescue the situation."[۱۸]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ایڈورسعید لکھتے ہیں کہ اگرچہ یورپ میں اس کا احترام ہمیشہ نہیں کیا گیا لیکن ایک اس سے خطرہ اور ڈر کا احساس ہمیشہ قائم و دائم رہا۔632 میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کی عسکری فتوحات اور بعد میں تہذیبی تعلقات کا حلقہ بہت بڑھ گیا۔پہلے ایران، شام مصر پھر ترکی اور اس کے بعد شمالی افریقہ پر اسلامی افواج نے قبضہ کیا۔نویں صدی میں سپین، سسلی اور پھر فرانس کے کچھ حصے مفتوح ہوئے۔چودھویں صدی عیسوی تک مشرق بعید میں انڈونیشیا اور چین تک اسلام کی حکومت قائم رہی۔اس غیر معمولی یلغار پر یورپ کا ردعمل خوف اور دہشت کے سوا کچھ بھی نہ تھا یورپ میں اسلام بلاوجہ تباہی اور دہشت کی علامت نہیں بن گیا۔حقیقت میں اسلام یورپ کے لئے ایک مستقل صدمے کی حیثیت رکھتا ہے۔سترہویں صدی عیسوی کے اختتام تک یورپ پر "عثمانیوں کا ڈر خوف" مسلط تھا اور تمام عیسائی تہذیب اور اس کے اصولوں کے لیے ایک خطرے کے مترادف تھا۔یورپ نے اس خطرے کے بارے میں مواد اور زمرہ بندی کی۔تاریخ اسلام کے اہم ترین واقعات کے اہم ترین شخصیات اور ان کے محاسن یورپی تہذیبی معیار کے مطابق ان کے عیوب کو یکجا کیا اور ایسے کاموں کواپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔صرف انگلستان میں نشاۃ ثانیہ کے اس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔بقول محمد عباس:

> " ایک اوسط درجے کی سمجھ بوجھ والا آدمی" ترکی میں مرکوز عثمانی خلافت کی تاریخ کے بہت اہم واقعات اور اسلام کے عیسائی یورپ میں تجاوزات کو انگلیوں پر گن سکتا تھا اور انھیں لندن کے تھیڑوں میں دیکھ سکتا تھا۔نکتے کی بات یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں جو بھی مروج علم اور معلومات تھیں، ان میں اسلام کی خطرناک قوتوں کو کمزور شکل میں دکھایا گیا تھا اور ایسا یورپ کے لیے ضرورتاً کیا گیا تھا۔"۔(۱۹)

ایڈورڈ سعید نے شرق شاسی کے مؤرخوں ،فلسفیوں اور مضمون نگاروں کی تحریروں میں ایسے الفاظ جیسے جنگلی انسان، یورپی انسان اور ایشیائی انسان، یہ درجہ بندی علاقائی خصوصیات کے ساتھ منسلک کی تھی مغربی لوگوں کے لیے طاقت ور ،مہذب اور عاقل کے الفاظ استعمال کیے۔امریکیوں کے لیے سرخ ، تیز مزاج جبکہ ایشیائی لوگوں کے لیے سست، قدیم عادات واطوارا وروحانی پس منظر رکھنے والا اور جو حکومت کرنے سے نا اہل ہیں مشرقی لوگوں کی یہ عادات پیدائشی اور وراثی ہیں اور نا قابل تسخیر ہیں ان نظریات کو اپنی بحث کا موضوع بنایا ہے۔یورپ کے لیے ضرورتاً ایسا کیا جاتا رہا کہ اسلام کے بارے میں میں مروج علم اور معلومات تھیں۔اس میں اسلام کی خطرناک قوتوں کو کمزور شکل میں دکھایا جاتا ہے تھا۔اس بارے میں مترجم محمد عباس "شرق شناسی" میں لکھتے ہیں:

> "اسلام کی جو تصویر کے عیسائیوں نے تیار کی، اس کو نہایت جانفشانی سے ان گنت طریقوں سے مضبوط اور گہرا کیا گیا۔ازمنہ وسطٰی اور نشاہ ثانیہ کے ابتدائی دور میں ان طریقوں میں بہت متنوع شاعری، عالمانہ اختلاف اور مقبول عام توہمات شامل ہیں۔"(۲۰)

لین کی کتاب "جدید مصری" "Modern Egyptian" کا مطالعہ مغرب میں علمِ شرق شناس کے طور پر کیا جاتا ہے۔اس زمانے میں لین کی تصنیفات سے مشرق کے ساتھ تجارت وغیرہ کے معاملے میں فائدہ اٹھانے کے لئے استفادہ کیا گیا۔رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے پروگرام میں محمد عباس لکھتے ہیں:

> "گرائمر ، ڈکشنریاں اور دوسری ابتدائی کتابیں تیار کرنا اور شائع کرنا، جن کے بارے میں خیال ہو کہ وہ مفید اور لابدی ہیں اور جن سے ان زبانوں کا مطالعہ کیا جا سکے جن کی تعلیم و تدریس مشرقی زبانوں کے پروفیسر کر رہے ہیں، اس کام میں وہ کتابیں خریدی جائیں گی یا ان کی طباعت کااہتمام کیا جائے گا یا ان جیسی کتابیں طبع کی جائیں گی جوفرانس یا اور ملکوں میں موجود ہیں، پھر مخطوطے یا ان کی نقلیں حاصل کی جائے گی (مکمل یا ان کے جو بھی حصے مل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

سکیں) جو یورپ میں دستیاب ہوں اور ان کا ترجمہ یا ان کے اقتباسات تیار کیے جائیں گے۔ ان کی کتب تیار ہوں خواہ ان کو مناسب مواد پر کندہ کیا جائے یا لتھو کے ذریعے پرنٹ کیا جائے۔سوسائٹی، اعلی درجے کے علمی لوگوں کو جغرافیہ، تاریخ، فنون اور سائنسی علوم کے سلسلے کی تصنیفات کے بارے میں موادمہیا کرے گی تا کہ وہ ان عالموں کے کام کے ثمرات سے لطف اندوز ہو سکیں۔وقتا فوقتا ایشیا کی ادب اورمواد مہیا کر کے لوگوں کی توجہ حاصل کی جائے تا کہ وہ سائنسی ، ادبی،شاعری کی حامل کتابیں باقاعدگی سے چوبارہ وسیع پیانے پر شائع کی جائیں جو یورپ میں شائع ہوئی ہوں، ان میں مشرق کے بارے میں ایسے حقائق دیے جائیں جو یورپ کے لیے موزوں اور ضروری ہوں، ان میں ایسے انکشافات، ہرقسم کا مواد ہو اور ہر قسم کی کتابیں ہوں جن کا موضوع مشرق کے لوگوں ہوں۔یہ ہیں مقاصد جوسوسائٹی کے لیے اور اس کی طرف سے تجویز کیے گئے ہیں۔"[۲۱]

ایڈورڈ سعید اپنی کتاب "Orientalism" میں شرق شناسی کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہیں اور یورپی سامراج کے شرق شناسی کے نظریات کورد کرتے ہیں۔ان کے خیال میں اس معاملے کو دانش مندی اور غور و فکر سے حل کیا جانا چاہیے۔کورنگ اسلام میں ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں:

“"Classical" Islam, or to supposedly unchanging patterns of Islamic life, or to archaic philological questions. In any event, there was no way of using it to understand the modern Islamic world, which to all intents and purposes, and depending on what part of it was of in terest, had been developing along very different lines from those ad umbrated in Islam's earliest centuries (that is, from the seventh to the ninth century).”[۲۲]

ایڈورڈ سعید کے نزدیک جدیدیت کے بعدمابعد زمانے میں برقیات سے مسلح دنیاکاایک یہ پہلو پیش کیاہے کہ مشرق کی تحقیق میں یکسانیت کو تقویت دیتے ہیں۔ مستشرقین نے نو آبادیات کے دوران میں اپنی سامراجی حکومتوں کے لیے لازوال کرداراداکرتے ہوئے محکوم لوگوں کو یہ باور کرایا کہ نو آبادیات سے ان کو خوشحالی ،امن اور ترقی ملے گی نو آبادیات کے وقت بر طانیہ اور فرانس میں مشرقی علاقوں پر قبضہ کرنے کی دوڑ موجود رہی۔ایڈورڈسعیدنے برطانوی مستشرقین کی علمی اہلیت اور مشرق پر مؤثر تحقیق جاری رکھی۔بر طانیہ ہند وستان پر قابض تھا تو فرانس شام اور افریقی علاقوں پر غلبہ رکھتا تھا۔دونوں سامراجی طاقتوں سیاست اور معاشیات میں ایک دوسرے کے خلاف نبردآزما بھی رہیں۔فرانس کو بر طانیہ سے خطرہ رہتا تھا کہ کہیں وہ اس کے مفادات کو نقصان نہ پہنچائے۔ایڈورڈسعید کہتے ہیں کہ میں نے تمام تعلیم امریکہ میں حاصل کی مگر مشرقی ہونے کاشعور پھر بھی ان میں قائم ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عباس، مترجم، شرق شناسی، پاکستان: مقتدرہ قومی زبان، 2012، ص ۲

۲۔ ایضاً، ص ۳

3. Edward William Said, Orientalism, London: Redwood Burn Limited, 1980, Pg9

4. Ibid, Pg 3

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

۵۔ (المائدہ:۳۲)
۶۔ (الاعراف:۵۶)
۷۔ (القصص:۷۷)
8. Edward William Said, Orientalism, London: Redwood Burn Limited, 1980, Pg3
9. Ibid, Pg27
10. Ibid, Pg53
11. Ibid, Pg 19,20
۱۲۔ محمد عباس، مترجم، شرق شناسی، ص ۴۵
۱۳۔ ایضاً
14. Edward William Said,Culture and Imperialism, Britian: Bookmarque Ltd, 2007, Pg235
15. Edward William Said, Orientalism, Pg 26
16. Edward William Said (interview), Power, Politics and Culture, London: Bloomsbury, Pg 252
17. Ibid, Pg 235
18. Ibid, Pg 350
۱۹۔ محمد عباس، مترجم، شرق شناسی، ص 71
۲۰۔ ایضاً، ص ۷۳،۷۲
۲۱۔ ایضاً، ۱۸۳،۱۸۲
22. Edward William Said, Covering Islam, New York: Vintage Books, 1997, Pg 19